تفسیر نہیں، تدبر!

ابن علی

ایک ہے قرآنِ مجید کی تفسیر۔ ایک ہے قرآنِ مجید پر تدبر۔ یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ ''تفسیری عمل'' آپ ایک ہی بار کرتے ہیں۔ یا اپنے علم کو تازہ کرنے کے لیے کبھی کبھار اس کو دہرا لیتے ہیں۔ لیکن ''تدبر'' آپ بار بار کرتے ہیں۔ یہ عمل ہر لحظہ جاری رہتا ہے۔ زیادہ لوگ ''تفسیر'' اور ''تدبر'' کو ایک ہی چیز سمجھتے ہیں؛ ظاہر ہے ان حضرات کے ہاں ''تدبر'' کی نوبت کم ہی آئے گی اور یہ کچھ علمی نکات وغیرہ میں گم رہنا ہی کل کام جانیں گے۔

تفسیر اور تدبر میں کیا فرق ہے؟ قرآنی علوم کے ماہر ڈاکٹر محمد الربیعہ اس کے تحت مندرجہ ذیل نکات بیان کرتے ہیں:

1۔ تفسیر کا مطلب ہے آیت کے معنیٰ کو کھولنا۔ جبکہ تدبر کا عمل اس کے بعد شروع ہوتا ہے، یعنی آیت میں جو بات کہی گئی اس کے مقصود پر غور کرنا۔ اس میں جن اشیاء کی جانب اشارے ہوئے ہیں ان کا اندازہ کرنا۔ ان پر یقین پیدا کرنا اور ان کو دل میں اتارنا۔

2۔ تفسیر میں آپ کی غرض آیت کا معنیٰ جاننے سے ہوتی ہے۔ جبکہ تدبر کی غرض اس معنیٰ سے فائدہ لینا، اس پر ایمان کی صورت میں، عمل اور سلوک کی صورت میں۔

3۔ تدبر کا حکم سب لوگوں کو ہوا ہے۔ کہ وہ قرآن سے ہدایت اور فائدہ لیں۔ یہ وجہ ہے کہ ابتداءً کفار کو یہ بات کہی گئی کہ آخر وہ قرآن مجید میں تدبر کیوں نہیں کرتے۔ تدبر میں لوگ درجہ بدرجہ تقسیم ہوں گے تو اس کی بنیاد یہ ہوگی کہ کسی شخص میں علم کے ساتھ ساتھ کلام سے ''اثر لینے'' کی قوت کتنی ہے اور کلام کے ساتھ اس کا تفاعل interaction کس درجہ کا ہے۔ جبکہ تفسیر میں لوگوں کی درجہ بندی اس بنیاد پر ہوگی کہ اس کی علمی استعداد کیسی ہے۔ نیز اس کو قرآن کے معانی جاننے کی ضرورت کس درجہ کی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے تفسیر

کے چار درجے بتائے ہیں: ایک تفسیر کا وہ پہلو جس میں کسی شخص کا کوئی عذر نہیں (یعنی وہ سب کو سمجھ آتی ہے؛ "تدبر" کا بھی سب سے زیادہ تعلق قرآن کے اسی حصے سے ہے؛ یہی چیز نصیحت لینے سے متعلق ہے؛ اور یہ چیز کافروں سے بھی مطلوب تھی، ظاہر ہے کافروں کو ان آیات کی تفسیر موقع پر کر کے نہیں دی جاتی تھی؛ وجہ یہی کہ یہ قرآنی کلام کا وہ پہلو ہے جو ہر کسی کو سمجھ آتا ہے)۔ تفسیر کا ایک پہلو وہ جسے پانے کے لیے عربی زبان کے دقائق معلوم ہونا ضروری ہیں۔ ایک تفسیر وہ جو علماء ہی کے کرنے کی ہے (خواہ عربی آپ کو کتنی ہی آتی ہو؛ یہ چیز آپ کو مدرسہ صحابہ سے ہی ملے گی)۔ پھر ایک تفسیر وہ جو صرف اللہ کو معلوم ہے۔

4۔ تدبر کے لیے شرط کوئی نہیں۔ ہر کسی کو یہ کرنا ہے۔ ہاں جس آیت پر تدبر کرنا ہو اس کا معنیٰ پہلے سمجھ لینا چاہئے۔ نیز قصد و ارادہ کا خالص ہونا ضروری ہے۔ تبھی فرمایا: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ "یقیناً ہم نے قرآن کو آسان کر رکھا ہے؛ تو کیا ہے کوئی جو اس سے نصیحت لے"۔ البتہ مفسر ہونے کے لیے باقاعدہ شروط ہیں، کیونکہ تفسیر خدا پر ایک بات کرنے کے مترادف ہے، لہٰذا وہ ہر کسی کے کرنے کی نہیں۔ یہ وجہ ہے کہ سلف قرآن کی تفسیر میں بات کرنے سے بہت بچتے تھے کہ یہ ایک بھاری ذمہ داری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل علم کے ہاں کہا جاتا ہے: تدبر کے معاملہ میں آدمی کا کوئی عذر نہیں۔ ہاں تفسیر کے معاملہ میں اس کا عذر ہے۔

5۔ تدبر ایک غایت ہے۔ جبکہ تفسیر ایک ذریعہ۔ یعنی تفسیر کا مقصد ہے کہ وہ آپ کو قرآن مجید میں موجود علم اور عمل تک پہنچائے۔ جبکہ تدبر بذاتِ خود اُس "عمل" میں آتا ہے جو تفسیر سے مقصود ہے۔

مفهوم التدبرفي ضوء القرآن والسنة وأقوال السلف وأحوالهم

http://almoslim.net/spfiles/tadabbur/paper4.htm

ابن قیم فرماتے ہیں:

وتدبر الْكَلَام ان ينظر فِي اوله وَآخره ثمَّ يُعِيد نظره مره بعد مرّة وَلِهَذَا جَاءَ على بِنَاء التفعل (مفتاح دار السعادة: 1: 183)

کلام پر تدبر کا مطلب ہے: اس کے اول و آخر کو بنظر غائر دیکھنا اور پھر بار بار اس میں نظر دوڑانا۔ یہ وجہ ہے کہ یہ باب تفعُّل سے بنا ہے (یعنی اس میں کوشش اور تکرار کو دخل ہے)۔

مراکش کے ایک عالم شیخ فرید الانصاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: تدبر دراصل مابعد تفسیر ایک عمل ہے۔ آدمی کو جتنا سا سمجھ آیا ہو اس پر اسے خوب غور و خوض کرنا ہوتا ہے۔ یہ چیز ایک عالم سے بھی مطلوب ہے، ایک انجینئر سے بھی، ڈاکٹر سے بھی، پروفیسر سے بھی، کسان سے بھی، مزدور سے بھی، لوہار سے بھی، ترکھان سے بھی اور تاجر سے۔ بلکہ قرآن کی بابت یہ مطالبہ تو ایک کافر تک کے آگے رکھا جاتا ہے خواہ وہ کوئی انگریز ہو یا فرانسیسی یا چینی؛ اور اس کے لیے انگریزی یا فرانسیسی یا چینی میں ترجمۂ قرآن کا سہارا لیا جاتا ہے۔ رہ گئی تفسیر تو وہ صرف علماء کا کام ہے۔

قرآن مجید میں تدبر اور تفکر قریب قریب ایک ہی معنیٰ میں آتے ہیں؛ گو یہ کلی طور پر مترادف نہیں۔ تفکر خاصی حد تک ایک عقلی عمل ہے؛ اور قرآنِ مجید کے معاملہ میں بلاشبہ آدمی سے مطلوب ہے۔ البتہ تدبر میں وجدانی پہلو بھی آجاتے ہیں۔ قرآن مجید کی ایک اور اصطلاح ''تذکّر'' بھی ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو تفکر اور تدبر کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ مجید کے مرکزی و بنیادی مضمون اس قدر سادہ ہیں کہ ان کے لیے کسی لمبے چوڑے بیان اور تفسیر کی ضرورت نہیں۔ قرآن مجید سے نصیحت لینا اور سمجھ اور شعور کی غذا لینا کسی طویل و عریض عمل پر موقوف نہیں۔ قرآنِ مجید کے اپنے بقول اس کے لیے ایک زندہ و بیدار دل ہونا چاہیئے اور ایک توجہ کے ساتھ سننے والے کان:

فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرَىٰ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ أَوْ أَلْقَى السَّمْعَ وَهُوَ شَهِيدٌ (ق:37)

جو شخص دلِ (آگاہ) رکھتا ہے یا دل سے متوجہ ہو کر سنتا ہے اس کے لئے اس میں نصیحت ہے۔

قرآنِ مجید اور نبی ﷺ کی دعوت پر غور و فکر کا مطالبہ دیکھئے کس طرح کفار کے سامنے رکھا جاتا ہے:

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُم بِوَاحِدَةٍ أَن تَقُومُوا لِلَّهِ مَثْنَىٰ وَفُرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِكُم مِّن جِنَّةٍ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُم بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ! (سبأ:46)

اے نبیؐ، اِن سے کہو کہ "میں تمہیں بس ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں خدا کے لیے تم اکیلے اکیلے اور دو دو مل کر اپنا دماغ لڑاؤ اور سوچو، تمہارے صاحب میں آخر ایسی کونسی بات ہے جو جنون کی ہو؟ وہ تو ایک سخت عذاب کی آمد سے پہلے تم کو متنبہ کرنے والا ہے"۔

اس موضوع پر ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے **مفتاح دار السعادۃ** میں بہت خوبصورت کلام کر رکھا ہے۔ اسی سے متصل؛ شیخ فرید الانصاریؒ اور محمد بن عبد اللہ الربیعہ حفظہ اللہ نے اپنی تصانیف میں اس موضوع پر جو لکھا، اس سے ہم سنت اور سلف کے یہاں تفکر اور تدبر کے کچھ نمونے ملاحظہ کر سکتے ہیں:

- سنن نسائی و ابن ماجہ میں حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت آتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کا قیام فرمایا تو صبح تک ایک ہی آیت پڑھتے چلے گئے: إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۖ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ’’اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے ہی بندے ہیں۔ اور اگر تو ان کو معاف کرے تو تو ہی زبردست اور دانا ہے‘‘۔
- ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: مجھے مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی صحبت کا موقع ملا۔ جب آدھی رات گزر جاتی تو قیام شروع کر دیتے۔ ان سے پوچھا گیا: تو ابن عباسؓ کی قراءت کیسی تھی؟ بولے: آپؓ نے وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ والی آیت پڑھی۔ بس پھر کیا تھا۔ آپؓ رک رک کر پڑھتے جاتے اور روتے جاتے۔ رونے کی آواز سینے میں گھٹی جاتی اور یوں گہری آواز آتی جیسے چولہے پر چڑھی ہنڈیا کے کھولنے کی آواز ہوتی ہے۔
- عباد بن حمزہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے، کہا میں (اپنی پردادی) اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے ہاں داخل ہوا جبکہ وہ یہ آیت پڑھ رہی تھیں فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْنَا وَوَقَانَا عَذَابَ السَّمُومِ

"تب اللہ نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں جھلسنے کے عذاب سے بچا لیا"۔ میں ان (اسماء رضی اللہ عنہا) کے پاس کھڑا ہو گیا جبکہ وہ (اس سے) خدا کی پناہ مانگتی اور دعاء کرتی جاتی تھیں۔ (اس دوران) میں بازار گیا اور اپنا کوئی کام انجام دے کر واپس آیا، جبکہ وہ ابھی اس آیت کی تلاوت کر رہی تھیں، ساتھ پناہ مانگتی اور دعاء کرتی جاتی تھیں۔

- تمیم داری رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے: انہوں نے رات کا قیام کیا اور پوری رات ایک ہی آیت پڑھ پڑھ کر گزار دی: أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ اجْتَرَحُوا السَّيِّئَاتِ أَنْ نَجْعَلَهُمْ كَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَوَاءً مَحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ (الجاثیہ: 21) "بدکاریاں کرنے والے کیا یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ ہم انہیں بھی ویسا ہی رکھیں گے جیسے وہ لوگ جو ایمان اور اعمالِ صالحہ کرتے رہے؛ دونوں کا جینا بھی ایک سا اور مرنا بھی؟ بہت برا ہے جو یہ حکم لگاتے ہیں"۔ یعنی کلام کا اثر لینا اور اس کی گہرائی کا اندازہ کرنا۔ نیز ایک پُر اثر کلام میں کھو جانا۔

- تفسیر طبری میں آتا ہے: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت پڑھی: تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ (المؤمنون: 104) "آگ ان کے چہرے جھلسا دے گی اور ان کے منہ بری طرح بنے ہوں گے"۔ تب عبد اللہ بن مسعودؓ بولے: کیا تم نے سری جلائی ہوئی دیکھی ہے، جب ہونٹ سکڑ کر پیچھے جا لگتے ہیں اور دانت نکل کر باہر کو آجاتے ہیں؟ گویا یہاں ابن مسعود رضی اللہ عنہ آگ میں جلنے کے اس منظر کو اپنے روزمرہ دیکھے ہوئے مشاہدات کے ساتھ جوڑتے ہیں؛ کہ دوزخ میں جلتے ہوئے آدمی کیا سے کیا ہو جاتا ہو گا۔ یعنی قرآن کی بتلائی ہوئی اشیاء کو چشمِ تصور سے دیکھنے تک چلے جانا اور پھر یہاں سے ڈھیروں عبرت اور نصیحت لے کر نکلنا۔

- کتاب **الإصابة في تمييز الصحابة** میں ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی سوانح میں لکھتے ہیں: جب آپؓ سورۃ الحدید کی یہ آیت پڑھتے أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ "کیا اہل ایمان کے لیے وہ وقت ابھی نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر سے پگھلیں" تو آپؓ رونے لگتے یہاں تک کہ رونے کے ہاتھوں بے قابو ہو

جاتے"۔ وجہ یہ کہ آیت میں ایک طرح کی سرزنش ہے کہ اہل ایمان ایسے کیوں ہونے لگے کہ خدا کی یاد پر یہ ٹس سے مس نہ ہوں۔ غرض آیت کے معنیٰ کے ساتھ اپنی حالت کا ربط پیدا کرنا۔

- روایات میں آتا ہے: ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے سورۃ توبہ کی یہ آیت پڑھی: انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا "جہاد کے لیے نکلو، ہلکے یا بوجھل"۔ تو بولے: ہمارا رب ہمیں جہاد کے لیے بلاتا ہے؛ جوانی میں بھی، بڑھاپے میں بھی۔ میرے بیٹو میری تیاری کرو۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب ابو طلحہ رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ ہو چکے تھے۔ بیٹوں نے کہا: آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی معیت میں کوئی کم جہاد تو نہیں کیا۔ اب ہم آپ کی طرف سے جہاد کرتے ہیں۔ بولے: نہیں میری تیاری کرو۔ چنانچہ آپؓ سمندری جہاد پر روانہ ہوئے۔ یہاں تک کہ بحری جہاز میں ہی موت پائی۔ تب آپؓ کو دفن کرنے کے لیے جہازوں کو دور دور تک کوئی جزیرہ نہ مل رہا تھا۔ سات دن بعد خشکی پر جہاز لگا تو آپؓ کو دفنایا گیا مگر میت ویسی کی ویسی تھی۔ غرض قرآن پڑھتے ہوئے اپنے آپ کو خدائی مطالبوں کے آگے پیش کرنا۔
- حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے: آپ نے قیامِ لیل شروع کیا تو اس آیت سے آگے گزر ہی نہ سکے؛ ساری رات اسی کو دہراتے گزار دی: وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ (النحل:18) "اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گننے لگو تو کبھی شمار نہ کر پاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ بڑا ہی غفور رحیم ہے"۔ گویا کلام سے گھائل ہی ہو گئے!
- امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ سورۃ الکہف کی آیت وَوُضِعَ الْكِتَابُ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مُشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا "اور نامۂ اعمال لا دھرا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ اس کے لکھے سے ڈرتے ہوں گے اور کہیں گے ہائے خرابی ہماری اس نوشتہ کو کیا ہوا نہ اس نے کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر لیا ہو اور اپنا سب کیا انہوں نے سامنے پایا، اور تمہارا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا" کے تحت لکھتے ہیں: فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ یہ آیت

پڑھتے تو کہتے: وائے بربادی۔ ڈر کر بھاگ لو اللہ کی طرف؛ یہاں تو کبائر سے بھی پہلے صغائر شامت لے آئے"۔ یہ اس لیے کہ آیت میں صغیرہ گناہوں کا ذکر پہلے آیا ہے اور کبیرہ گناہوں کا بعد میں۔ چنانچہ یہاں وہ صغیرہ گناہوں کی ہلاکت خیزی کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔

- زہد کے ائمہ میں سے ایک امام سلیمان الدارانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں ایک آیت پڑھتا ہوں تو چار چار پانچ پانچ راتیں اسی میں گزار دیتا ہوں۔ اگر میں خود یہ سلسلہ ختم نہ کروں تو اس آیت کو چھوڑ کر آگے چل ہی نہ سکوں۔
- بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے شعب الایمان میں، اپنے وقت کے عظیم واعظ مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان کیا: آپؒ نے یہ آیت پڑھی: وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ "اور میں نہیں چاہتا کہ جس امر سے میں تمھیں منع کروں خود اس کو کرنے لگوں" تو بولے: تو کیا مجھے کل روزِ قیامت سچا واعظ گنا جائے گا یا جھوٹا واعظ؟ یعنی وہ مضمونِ آیت کو اپنے اوپر چسپاں کر کے دیکھنے میں لگے ہیں۔
- ابن قیم لکھتے ہیں: سلف کا یہ معمول تھا کہ وہ ایک ایک آیت میں ہی پوری پوری رات گزار لیا کرتے تھے۔

از مفتاح دار السعادۃ مؤلفہ ابن القیمؒ هذه رسالات القرآن فمن يتلقاها، مؤلفہ فرید الانصاریؒ۔ الرسالۃ الرابعۃ: حول مفهوم التدبر، نیز مقالہ مفهوم التدبرفي ضوء القرآن والسنة وأقوال السلف وأحوالهم مؤلفہ محمد الربیعہ۔

ایک آیت کو پلٹ پلٹ کر پڑھنے کی بابت غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر آیت پر آدمی کا فکر و مراقبہ ایک بار پڑھنے سے انجام نہ پاتا ہو اور اس کو دہرا دہرا کر پڑھنے سے ہی یہ مقصد حاصل ہوتا ہو تو چاہئے کہ دہرا دہرا کر پڑھ لے، سوائے یہ کہ وہ کسی امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو؛ کیونکہ امام اگر اس سے گزر کر اگلی آیت پڑھنے لگا اور وہ اسی پہلی آیت کی بابت سوچ بچار کرتا رہا تو یہ بے ادبی میں آئے گا۔

شیخ محمد الربیعہ کہتے ہیں: قرآن میں اس مضمون کی سب آیات دراصل ایک ہی بڑے مضمون کو ادا کرتی ہیں، اور وہ ہے "تدبر" کی صورت میں قرآن کے مقصود کو پانا اور قرآنی

خطاب کے ساتھ ایک زندہ انداز کا تفاعل اختیار کرنا:

* { إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ } [یونس 67].

* { إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ }[الرعد:3]

* { إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ } [الرعد 4]

* { إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْمُتَوَسِّمِينَ }[الحجر 75]

* { إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِأُولِي النُّهَى }[طہ 54]

* { إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ }[الروم 22]

* { أَفَلَا تَعْقِلُونَ } [البقرۃ 44]

* { أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ } [الأنعام 50]

* { أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ } [الأنعام 80]

* { أَفَلَا تَذَكَّرُونَ }[یونس 3]

* { أَفَلَا تُبْصِرُونَ }[القصص 72]

نیز کہتے ہیں: یہ قرآنی خطاب بھی دراصل تدبر کرنے والوں ہی کی ایک حالت کا بیان ہے:

اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُتَشَابِهًا مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ثُمَّ تَلِينُ جُلُودُهُمْ وَقُلُوبُهُمْ إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ ذَلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُضْلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (الزمر:23)

خدا نے نہایت اچھی باتیں نازل فرمائی ہیں (یعنی) کتاب (جس کی آیتیں باہم) ملتی جلتی (ہیں) اور دہرائی جاتی (ہیں) جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے بدن کے (اس سے) رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کے بدن اور دل نرم (ہو کر) خدا کی یاد کی طرف (متوجہ) ہو جاتے ہیں۔ یہی خدا کی ہدایت ہے وہ اس سے جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جس کو خدا گمراہ کرے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔

نیز لکھتے ہیں: اسی آیت سے معلوم ہوا، خدا کے کلام میں تدبر خدا کی تعظیم اور اس کی ہیبت دل پر محسوس کیے بغیر ممکن نہیں۔ اس پر غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک قول لے کر آتے ہیں:

قرآن پڑھنے والے کو چاہئے، قرآن کو ہاتھ لگاتے وقت اُس ہستی کی عظمت اور جبروت کا تصور کرے جو اِن کلمات کے ذریعے اس وقت تم سے ہم کلام ہے۔ نیز یہ کہ جو کلام یہ پڑھنے جا رہا ہے وہ کسی بشر کا کلام نہیں؛ نہ کسی عام شخص جیسا اُس کا کلام اور نہ کسی عام مضمون جیسا اس کلام کا مضمون۔

نیز سلف کے کچھ آثار لاتے ہیں:

- عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: قرآن کو یوں مت بھگتاؤ جس طرح اشعار بھگتائے جاتے ہیں اور نہ اس کو یوں بکھیرو جیسے ردی کھجور لادھری جاتی ہے۔ اس کے عجائب پر رک جایا کرو، اور اس کے ساتھ قلوب کو جنبش دیا کرو۔
- سلف میں سے کسی کا قول ہے: میں رات کو کوئی سورت پڑھنا شروع کرتا ہوں، تو مجھے اس میں ملنے والا کوئی ایک ہی معنیٰ روک لیتا ہے جس کے باعث میں صبح تک بھی وہ سورت ختم نہیں کر پاتا۔
- حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے سورۃ البقرۃ پڑھنے میں بارہ سال لگائے۔ آپؓ کے فرزند عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ نے سورۃ البقرۃ ختم کرنے میں آٹھ سال لگائے۔
- حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: تم رات کو قیام کرنے والے لوگوں نے قرآن مجید کو ایک روٹین کی چیز بنالیا ہے۔ حالانکہ تم سے پہلے جو لوگ تھے وہ اسے اس طرح لیتے گویا وہ خدا کی جانب سے آیا ہوا ایک ایک خط کھولتے ہیں۔ تب اُن کی راتیں اس پر غور و فکر میں گزرتیں اور ان کے دن اس کے نفاذ میں۔
- ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: قرآن پڑھنے والے پر لازم ہے کہ وہ اپنے اوپر یہ احساس طاری کرے کہ قرآن کا سب خطاب اور وعید ایک اسی کے لیے ہے۔

ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: اگر تم قرآن سے فائدہ پانے کے خواہشمند ہو تو قرآن پڑھتے یا سنتے وقت دلجمع ہو جایا کرو، ہمہ تن گوش ہو جایا کرو، اور اس کے آگے یوں حاضر باش ہو جایا کرو گویا اللہ مالک الملک خاص تم سے ہی مخاطب ہے۔